# حقیقتوں کے جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی، سابق ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

**قسط - ۱**

اس عالم کائنات کے خالق کے متعلق سوچنا کچھ لوگوں کو بہت کھلتا ہے۔ ان کا دل کسی طرح اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے مانا کہ اس مسئلے کے حل کر دینے سے ہماری بہت سی دشواریاں دور ہو جاتی ہیں، لیکن بدقسمتی سے اس کا حل کرنا ممکن نہیں ہے۔ خدا، روح، ملائکہ، بہشت اور دوزخ کے ثابت کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اس وقت تک کوئی علمی وزن نہیں ہے جب تک وہ ہمارے تجربہ اور احساس کے دائرے میں نہ آجائے۔ جو چیز محسوس ہونے کے قابل نہیں، اس کے ثابت ہونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ چونکہ خدا کے وجود اور بہت سے مذہبی امور کو تجربے اور احساس کے ذریعہ نہیں ثابت کیا جا سکتا لہٰذا اس بات کا اقرار کرنا چاہئے کہ ان مسائل کو حل کرنے کا کوئی علمی راستہ نہیں ہے۔ ان کی خاطر سوچ بچار کر کے اپنے دماغ کو تھکانا بیوقوفی ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ اس عالم کائنات کے خالق کے بارے میں گفتگو اور بحث کرنا یقیناً بہت قیمتی اور دلکش ہے، لیکن افسوس کہ وہ ہمارے احساسات کے دائرے سے باہر ہے۔ جو چیزیں اس احاطے سے خارج ہوں ان کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے کیونکہ انہیں ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ تجربے اور حواس کی چار دیواری سے باہر قدم رکھنا اصولی طور پر اگر خطرناک نہ سہی تو کم از کم انسان کو سرگرداں ضرور بنا دیتا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ وہ اس حیرانی اور پریشانی کے لق و دق، ہولناک بیابان میں مارا مارا نہ پھرے۔

ایسے احمق لوگوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ جنھوں نے بڑے شوق سے اس بیابان میں چلنا شروع کیا، لیکن آدھے ہی راستے سے وہ پریشان اور حیران ہو کر واپس چلے آئے۔ روز مرہ ہمارا سروکار انہی اپنے حواس سے ہے۔ اس دنیا میں ہمارا تعلق کسی ایسی چیز سے نہیں ہے جو مشاہدے، احساس اور تجربے کے دائرے سے باہر ہو۔ ہمارے تمام معلومات کا سرچشمہ یہی قوت احساس ہے۔ جو چیزیں محسوس ہونے کے قابل نہ ہوں ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اس عالم کی انہی چیزوں کو حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کیا جا سکتا ہے جنہیں احساس اور تجربہ ثابت کرے۔ جدید علمی روش کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم محسوسات کے علاوہ خدا یا کسی دوسری چیز کو قبول کریں؟ حسی مسائل (Perceptual Problems) کا تعلق ایک بہت واضح اور نمایاں معیار سے ہے۔ وہ احساس اور آزمائش ہے جس کے بارے میں لوگوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ وہ اس پر بھروسہ کر کے دھوکا نہیں کھا سکتے، پشیمان نہیں ہو سکتے۔

یہ واقعہ ہے کہ جب ہم تجرباتی اور حسی نیچرل مسائل کی چار دیواری سے باہر قدم رکھتے ہیں تو ہمارے ہاتھوں میں کوئی ایسا معیار نہیں رہ جاتا ہے جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا کر سکے۔ اس وقت ہم ان انجینیر وں کے مانند ہو جاتے ہیں جو اندھیرے میں بغیر اپنے مخصوص آلات کے یہ چاہیں کہ کسی عظیم الشان عمارت کی پیمائش اور اس کے امتیازی خصوصیات معلوم کر لیں، مختصر یہ کہ ہم ایسی چیزوں کے وجود کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے جو احساس اور تجربے کے دائرے سے خارج ہیں۔ انہیں

ثابت کرنے کا راستہ بند ہے۔ بیکار دیوار پر سر پٹخنے کا فائدہ؟

**(۱) نہ بایں شوراشوری، نہ بآں بے نمکی!**

ایک طرف سوفسطائی مفکرین کا گروہ ہے جس نے عقل اور احساس کی طاقتوں کے خطا کار ہونے کی وجہ سے ان دونوں سے چشم پوشی کر لی ہے۔ دوسری طرف ڈیکارٹ (Decrtes) اور ان کے حامیوں کا گروہ ہے جو عقل کے علاوہ کسی چیز کی حقیقت اور واقفیت تک پہنچنے کے لیے کسی ذریعہ کا قائل نہیں ہے ۔ اس کے نزدیک احساس او رتجربہ کی بس عملی زندگی میں قیمت ہے۔ چنانچہ ڈیکارٹ کا قول ہے:-

''میں بعض جسموں کی وجہ سے گرمی محسوس کرتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میرے اندر گرمی ہے، اسی طرح یہ اجسام بھی گرمی کی صفت سے متصف ہیں، حالانکہ ہمیں جس بات کا یقین رکھنا چاہیے وہ بس یہ ہے کہ آگ کی ذات کے اندر کوئی ایسی چیز ہے جو میرے وجود میں گرمی کا احساس پیدا کرتی ہے، لیکن اس احساس کی بنا پر ہمیں ان اشیاء کی حقیقت کے متعلق کوئی عقیدہ نہ رکھنا چاہیے، کیونکہ حواس کی مدد سے جو ادراکات حاصل ہوں وہ حقیقتوں کا پتہ چلانے کا ذریعہ نہیں ہیں۔ (اصول فلسفہ)

تیسری طرف جان لاک (John Locke) اگسٹ کمٹ (Auguste Comte) اور ان کے طرف داروں کی جماعت ہے جو تمام علوم وفنون کا سرچشمہ، ہر قسم کے فیصلوں کی بنیاد احساس اور آزمائش کو قرار دیتے ہیں۔

جان لاک کی طرف نسبت دیتے ہوئے مندرجۂ ذیل فقرہ ایک فلسفیانہ کہاوت کے طور پر بڑی شہرت رکھتا ہے:-

''عقل کی جھولی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس سے پہلے حواس کے پاس نہ ہو۔'' (روش ریالیسم ج ۲)

جہاں تک کانٹ (Kant) کا تعلق ہے وہ اگرچہ بنیادی طور پر ڈیکارٹ سے متفق ہیں، وہ بھی ایسے تصورات کے قائل ہیں جن کے وجود کا سرچشمہ صرف انسانی فطرت ہے، احساس کی کسی طاقت سے ان کا کوئی رابطہ نہیں ہے، لیکن ڈیکارٹ کی طرح وہ کسی ایسی دنیا کے معتقد نہیں ہیں جس کا نام میٹافزکس (Metaphysics) ہے۔ اس بارے میں وہ اگسٹ کمٹ کے ہم خیال ہیں۔ وہ یہاں انسان کی عقل، فطرت اور احساس کی طاقت، ہر چیز کو ناکارہ اور نکما سمجھتے ہیں۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ مذکورۂ بالا مسلکوں میں سے کوئی ٹھیک نہیں ہے۔ اگر کوئی افراطی (Extremist) ہے تو کوئی تفریطی (Farbehind) نہ حواس کو خطا کار ہونے کی وجہ سے بالکل بے دخل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہر چیز کی معرفت کے ذریعہ کو ان میں منحصر کرنا صحیح ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی شی کے جاننے کے سلسلے میں احساس اور تجربہ اگر چہ مفید ہے، لیکن ان پر اکتفا نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے حواس بہت سے مقامات پر ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شک اس کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہئے کہ ان سے بدظن ہوکر سرے سے ان سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیا جائے۔ لیکن ان کے بہت سے مقامات پر غلطیاں کرنے کا یہ تقاضا تو ضرور ہے کہ فقط ان کی نشاندہی پر اکتفا نہ کی جائے۔ ہمیں ہمیشہ اور ہر جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے حواس کی مدد سے مختلف چیزوں کے جو تصورات ہمارے دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ بالکل صحیح اور حقیقت کے مطابق ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوت احساس کی خطا کاریوں کے چند نمونے اس مقام پر پیش کر دیئے جائیں۔ نفسیات کی کتابوں میں حواس کی غلطیوں کے متعلق ایک طویل بحث نظر آتی ہے۔ اس میں بیسوں ایسے مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں خود ہماری یہ صحیح وسالم آنکھ غلطی کرتی ہے۔

شعلۂ جوالہ آگ کا ایک دائرہ محسوس ہوتا ہے۔ تیزی سے چلتے ہوئے بجلی کے پنکھے کے پر کبھی محسوس نہیں ہوتے اور کبھی اپنی تیز رفتاری سے انتہائی نازک اور لطیف طباق بنا دیتے ہیں، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ بیرونی دنیا میں نہ آگ کے دائرے کا وجود ہے اور نہ اس لطیف طباق کا، یہ سب ہماری آنکھوں کی کارستانی ہے۔

آرٹسٹ ایسی سینریاں بناتے ہیں جن میں رنگ برنگ کے بجلی کے بلب استعمال کر کے موجزن سمندر، چلتی پھرتی کشتیاں دکھلاتے ہیں۔ ان تمام مناظر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ صرف ہماری نگاہوں کی چوک اور قوت خیال کی پیداوار ہیں۔ اگر ہماری آنکھیں ہر چیز کو اسی طرح دیکھ سکتیں جس طرح وہ ہے تو ہرگز اس قسم کی حسین وجمیل اور خوشنما سینریاں آرٹسٹ نہ بنا سکتے۔

سینما اور اس کے فلموں کی حیرت انگیز مقبولیت کا تعلق نگاہوں کی غلط کاری سے فائدہ اٹھانے سے ہے۔ اگر ہماری آنکھوں سے چوک نہ ہوتی تو سنیما کے دلکش فلم کچھ جدا جدا اور پراگندہ تصویروں کی شکل اختیار کر لیتے۔ کوئی شخص ان سے دلچسپی نہ لیتا۔ اگر لوگوں کی نگاہیں حقیقت نمائی میں کوتاہی نہ کریں تو سینما کی یہ صنعت ہی دنیا سے نیست ونابود ہو جائے۔

شاید ایسا کوئی شخص نہ ہو جس نے گرمی کے موسم میں سفر نہ کیا ہو اور بیابانوں میں سراب کا عجیب وغریب منظر نہ دیکھا ہو۔ دور سے بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانی کی حسین وجمیل موجیں ایک دوسرے پر لوٹ رہی ہیں، لیکن جب نزدیک جا کر دیکھا تو سوائے ایک سوکھے، تپتے ہوئے صحرا کے کچھ نظر نہ آیا۔ سائنسداں کہتے ہیں کہ شکست نور اور آنکھوں کی چوک نے دیکھنے والوں کا مذاق اڑایا ہے۔

ہم سب چاندنی رات میں جب بادل کے ٹکڑے آسمان کے اوپر جا بجا پھیلے ہوئے ہوں تو یہ منظر دیکھتے ہیں کہ چاند بادلوں کے بیچ سے انھیں چیرتا پھاڑتا ہوا ایک چور کی طرح بھاگتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقتاً چاند فرار نہیں کر رہا ہے، ابر کے ٹکڑے تیزی سے گزر رہے ہیں، لیکن ہم انہیں اپنی جگہ ثابت قدم اور چاند کو متحرک دیکھتے ہیں۔

لوگ برابر ریل گاڑی سے سفر کرتے رہتے ہیں۔ بچے یہ دیکھ کر تھوڑے سے حیران اور پریشان ہوتے ہیں کہ انہیں اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ان کی ٹرین بڑی تیزی سے چلی جا رہی ہے، لیکن بجلی کے کھمبے، درخت کھیت، مکانات اور تمام دوسری چیزیں بھی اسی رفتار سے مخالف سمت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔ چند سیکنڈ کے لئے کبھی ان کی آنکھوں کے سامنے یہ منظر بھی آتا ہے کہ ریل جس پر وہ سوار ہیں کسی اسٹیشن پر پہنچ کر یا اس کے پہلے کسی جگہ ٹھہر گئی۔ ان کے کانوں میں آواز آئی کہ مثلاً گومتی آ رہی ہے، اس کے انتظار میں یہ رک گئی ہے، وہ اسے پاس کرے گی۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ سر پر آ پہنچی۔ بچے ابھی یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی ریل رکی ہوئی ہے، لیکن اب انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آنے والی گاڑی ٹھہری ہوئی ہے اور ان کی ریل تیزی سے چل رہی ہے۔

آپ تین قسم کے پانی تیار کیجیے، ایک بہت گرم لیکن ایسا نہیں کہ اس میں پہنچ کر ہاتھ جل جائے، دوسرا بہت ٹھنڈا، تیسرا معتدل اور گنگنا۔ یہ پانی تیار کرنے کے بعد آپ اپنے ہاتھ کو گرم پانی میں اور دوسرے کو ٹھنڈے پانی میں تھوڑی دیر ڈبوئے رکھیے، پھر دونوں ہاتھوں کو ان سے نکال کر اب گنگنے پانی کے برتن میں ڈبو دیجیے، اس موقع پر ایک ہی پانی میں دو متضاد کیفیتیں محسوس کیجیے گا۔ آپ کا ایک ہاتھ کہے گا کہ یہ بہت ٹھنڈا ہے۔ دوسرا اس کے خلاف فیصلہ کرے گا کہ نہیں یہ بہت گرم ہے۔ یوں ہی اگر بجائے دو ہاتھوں کے ایک ہی ہاتھ کی دو انگلیاں اس گنگنے پانی میں ڈبوئیے تو یہی نتیجہ آپ کے سامنے آئے گا، حالانکہ ظاہر ہے کہ ہمارے سامنے صرف ایک پانی ہے اور اس کا ٹمپریچر بھی ایک ہی ہے۔

ان مثالوں سے ہمیں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے حواس کی مدد سے مختلف چیزوں کے جو تصورات ہمارے دماغوں میں پیدا ہو رہے ہیں وہ بالکل صحیح اور حقیقت کے مطابق ہیں۔

**(۲) اس خطا کاری کا نتیجہ**

کھلی ہوئی بات ہے کہ تجربات اور آزمائشوں کی بنیاد محسوسات اور انہی حواس کے کاموں کے اوپر ہے۔ جب حواس کے متعلق ثابت ہو گیا کہ وہ کبھی حقیقت کی نشاندہی نہیں کرتے تو تجربہ اور آزمائش کی حیثیت بھی مشکوک ہو جائے گی کہ اس سے جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ حقیقت کے مطابق ہے۔ حواس اور تجربات کے

اس نقص نے تمام تجرباتی علوم ( Experimental HI Sciences) کو مشکوک بنا دیا ہے۔ اسی لئے جدید علوم کے منصف مزاج ماہرین نے صراحت کردی ہے کہ وہ یقینی نہیں ہیں، مثلاً ایف شلیے (F. Chaluis) نے فزکس اور کیمسٹری کے غیر یقینی ہونے کا اقرار مندرجۂ ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

''ریاضی کی طرح فزکس اور کیمسٹری کے علم سو فیصدی حتمی اور قطعی نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان کا سرچشمہ محسوسات ہیں اور ہمارے حواس خطا کار ہوا کرتے ہیں۔''

کون تعلیم یافتہ اور باخبر شخص ایسا ہے جس نے آئن اسٹائن کا نام نہ سنا ہو، وہی آئن اسٹائن جو اپنے دور کے انتہائی مشہور ریاضی اور فزکس کے ماہر تھے۔ وہی آئن اسٹائن جنہوں نے اپنے شہرۂ آفاق نظریۂ ''نسبت (Theory of Relativity) کو نیوٹن کے نظریۂ جذب وکشش کا قائم مقام بنا دیا، جنہوں نے اپنے تحقیقات کے ذریعہ فزکس کا زمین آسمان بدل ڈالا۔ ایسا عظیم المرتبت شخص اپنے انقلابی نظریات کے متعلق کیسے محتاط اور دوسروں کے لئے سبق آموز تاریخی الفاظ استعمال کرتا ہے؟

''میرے موجودہ تجربات نے ان نظریات کی تائید کردی ہے۔''

### (۳) غلط فہمی کا سرچشمہ

حواس کی غلطیوں کی ہم نے جو مثالیں دی ہیں ان سے ہر گز یہ تو ہم نہ پیدا ہونا چاہئے کہ دنیائے علوم وفنون میں حواس کی طاقتوں کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا ہم انکار کر رہے ہیں۔ حواس کو ہم حقیر اور ذلیل سمجھ رہے ہیں یا یہ کہ ہم ان کی کارکردگی کے موجودہ انتہائی وسیع دائرے سے ناواقف ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ آج کل اسی احساس اور تجربہ کے طفیل میں ایسے طرح طرح کے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جن کے ذریعہ یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص دھن کا پکا ہے یا کچا؟ اس کا ارادہ طاقتور ہے یا کمزور؟ اس کا دماغ گہرا اور باریک بین ہے یا سطحی اور سرسری، وہ بلند ہمت اور صاحب عزم ہے یا پست ہمت اور بے حوصلہ؟

اس فضائی سفر اور ایٹمی دور میں نفسیات کی ایسی تجربہ گاہیں موجود ہیں جن میں انسان کے اکثر صفات اور روحانی خصوصیات کا اندازہ مادی آلات اور مشینوں کی مدد سے کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح کار کی سرعت رفتار کو خاص طرح کے میٹر کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے اسی طرح انہی سوئیوں اور میٹر کی مدد سے کسی شخص کے منصف مزاج یا ہٹ دھرم ہونے کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ اگر ضدی ہے تو کتنا ضدی؟ سلیم الطبع ہے تو کتنا سلیم الطبع؟ ذہین اور ہوشیار ہے یا کند ذہن اور گودی؟ ہر کام باریک بینی سے کرتا ہے یا رواروی کے ساتھ چلتو؟

ممکن ہے کہ یہ سن کر ان لوگوں کو اچنبھا ہو جنہوں نے اس طرح کی آزمائش گاہیں نہیں دیکھی ہیں، وہ خیال کریں کہ انسان کے صفات اور نفسیات خون کے دباؤ کے مانند نہیں ہیں جن کا اندازہ ان مادی آلات کے ذریعہ ہو سکے، لیکن ایسے بھی افراد ہوں گے جنہوں نے نزدیک سے ان آزمائشوں کو دیکھا ہے۔

مثلاً کسی شخص کے محنتی ہونے کا اندازہ کرنے کے لئے ایک مشین تیار کی گئی ہے۔ اس میں انہی وزن معلوم کرنے والے پٹوں کی طرح کی ایک چیز فٹ کر دی گئی ہے جو نہ بہت وزنی ہے اور نہ بہت ہلکی۔ جس شخص کے محنتی اور مستقل مزاج ہونے کی آزمائش منظور ہو اس کے ہاتھ میں اسے دے دیا جاتا اور ہدایت کر دی جاتی ہے کہ اسے لے کر اپنے دونوں ہاتھوں کو برابر شانوں تک بلند کرتا اور نیچے لے جاتا رہے۔ دوسری طرف ایک خاص طرح کی پٹی اس کی کلائی میں باندھ دی جاتی ہے۔ اس کا اتصال ایک تار کے ذریعہ بجلی کے ایک بازو سے ہوتا ہے۔ جب بھی وہ شخص کہ جس کی آزمائش منظور ہے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے شانوں تک لائے گا تو ایک نمبر اس بجلی کے بازو میں نظر آنے لگے گا۔ یہ مشین بتادے گی کہ بمقدار نصاب اس شخص نے اپنے ہاتھوں کو شانوں تک بلند کیا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ خود اس شخص سے بغیر بتائے ہوئے یہ آزمائش انجام پائے گی۔ اس سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ وہ برابر اپنے ہاتھوں کے مقابل لاتا

اور نیچے کی طرف لے جاتا رہے۔

فطری بات ہے کہ کاہل اور سست آدمی اس طرح کے بظاہر بے فائدہ کام سے بہت جلد عاجز آ جاتے اور تھک جاتے ہیں۔ بیس تیس مرتبہ یہ عمل انجام دینے کے بعد ان کے ہاتھ جتنے بلند ہونا چاہییں بلند نہیں ہوں گے وہ بہت کم نمبر اپنی جگہ سے نیچے گرا سکیں گے۔ ان کے برخلاف جو لوگ حوصلہ مند، محنتی، دھن کے پکے، مستقل مزاج اور مضبوط ارادے کے مالک ہیں وہ مسلسل اپنے ہاتھوں کو شانوں کے مقابل لاتے اور نیچے کی طرف لے جاتے رہیں گے، وہ جلدی اس کام سے عاجز نہیں ہوں گے۔ اس آزمائش سے پتہ چل جائے گا، کہ کون شخص محنتی ہے اور کون کاہل؟

اس طرح کے متعدد آلات کسی شخص کی باریک بینی، آنکھ اور کان کی طاقت، بیک وقت بہت سے مختلف قسم کے کام کرنے کی صلاحیت، خود کام کرنے سے دل چسپی کے اندازے کے لیے بنائے گئے ہیں۔

ان آلات کو دیکھ کر انسان کے دماغ میں یقیناً یہ خیال پیدا ہوگا کہ اس زمانہ میں ہر چیز کا اندازہ انہی احساس کی طاقتوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ شاید عنقریب وہ دن آئے گا جب تھرمامیٹر کی طرح کے آلات کی مدد سے یہ پتہ چلایا جاسکے کہ فلاں آدمی فلاں شخص سے کتنی محبت یا نفرت کرتا ہے؟ غالباً آپ نے سنا ہو کہ ایک ایسی مشین تیار کی گئی ہے جس میں ایک سوئی ایک صفحہ پر لگا دی گئی ہے۔ اس کے ذریعہ بات کے سچے یا جھوٹے ہونے کا پتہ چل جاتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ کوئی بڑی پیچیدہ اور پراسرار چیز ہو جو ہماری سمجھ میں نہ آتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ سچ اور جھوٹ کے اثرات ہمارے اعصاب پر، خون کے دباؤ، اس کی گردش اور دل کی حرکت پر پڑتے ہیں۔ یہ مشین براہ راست قلب کی ضربوں کو بتاتی ہے۔

### (۴) کیا یہ حواس کی کارکردگی ہے؟

ہم صاف صاف اعتراف اور اقرار کرتے ہیں کہ ہر قسم کے علوم و فنون کی عمارت کی بنیادی اینٹ احساس کی طاقتیں ہیں۔ حواس کے بغیر عقل بھی کام نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی بدقسمت شخص پیدائشی طور پر ہر طرح کے حواس سے محروم ہو، اسے قدرت نے صرف عقل کی طاقت دی ہو تو بہت مشکل ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سکے، ہم ڈیکارٹ اور کانٹ کی طرح اس کے قائل نہیں ہیں کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جن کے علم کا سرچشمہ صرف انسانی عقل و فطرت ہے۔ یہاں تک کہ اس قسم کے فیصلے وہ آدمی بھی کر سکتا ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے احساس کی تمام طاقتوں سے محروم پیدا ہوا ہو۔ بس یہی وہ نقطہ ہے جہاں ہمارے ڈیکارٹ کے درمیان جدائی ہوجاتی ہے۔ ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے شخص کے یہاں جو اپنی ماں کے شکم سے صحیح و سالم حواس کے ساتھ پیدا ہوا ہو اول سے آخر تک علم و ادراک کا سرچشمہ حواس کی طاقتوں اور تجربات کو سمجھنا، عقل کو بالکل نکما جاننا، خالص عقلی دلیلوں کو لغو اور مہمل خیال کرتا، ان کا مذاق اڑانا غلط ہے بلکہ ایسے صحیح الحواس شخص کو کہیں فیصلہ کرنا تن تنہا عقل کا کام ہوا کرتا ہے۔ احساس اور تجربات اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے، لیکن جہاں علم و ادراک کا ذریعہ اکیلی عقل اور فطرت ہوتی ہے وہاں بھی ہم اتنا ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایسے شخص کے لئے ممکن نہیں ہے جو پیدائشی طور پر مفقود الحواس ہو۔ البتہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ ہمارا دعویٰ ''علم حصولی'' کی بابت ہے ''علم حضوری'' کے متعلق نہیں ہے۔ یہ بھی ہمیں پتہ ہے کہ انسان کے احساس کی طاقتیں انہیں دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتوں میں محدود نہیں ہیں، ان ظاہری حواس کے علاوہ پوشیدہ حواس بھی موجود ہیں، مگر ان سب کے علاوہ عقل کی طاقت ہے جس کے وجود کا مادہ پرست طبقہ قائل نہ سہی لیکن اہل مذہب اور عظیم المرتبت فلاسفہ جن کا لوہا دنیائے علم متفقہ طور سے مانتی ہے بڑی سختی سے قائل ہیں۔

ہم فی الحال منصف مزاج اور سنجیدہ لوگوں سے صرف ایک سوال کا جواب چاہتے ہیں۔ یہ فرمائیے کہ مذکورہ قابل تعریف اور حیرت انگیز، انتہائی مفید مشینوں کے ذریعہ جو کسی کے محنتی یا کاہل، سچے یا جھوٹے ہونے کا پتہ چل جاتا ہے وہ حواس کی ترقی ہے یا

کچھ اور؟ ان مشینوں نے اتنا کام بھی نہیں کیا جو عینک انجام دیتی ہے۔ انہوں نے آدمی کی اتنی خدمت بھی نہیں کی جو آلۂ سماعت (Hearingaid) بیچارے بہرے اشخاص کی کرتا ہے، کمزور آنکھیں بغیر عینک کے بہت سی چیزیں نہیں دیکھ سکتیں، معیوب کانوں سے آوازیں نہیں سنی جا سکتیں، عینک اور مخصوص آلۂ سماعت سے خود آنکھیں دیکھنے لگتی اور کان سننے لگتے ہیں۔ بیشک اگر یہ مختلف طرح کی مشینیں ہمارے حواس کی کارکردگی کے دائرے میں وسعت پیدا کردیتیں، ان کی مدد سے ہم کسی کے محنتی یا کاہل، سچے یا جھوٹے ہونے کا پتہ چلا لیتے تو یہ سائنسدانوں کا کارنامہ موجودہ قابل قدر کارنامے سے زیادہ عظیم ہوتا۔ ان مشینوں نے مذکورہ صفات کو محسوس نہیں بنایا۔ اگر واقعاً ان مشینوں نے عینک اور آلۂ سماعت کی طرح حواس میں سے کسی حاسے میں یہ صلاحیت پیدا کردی ہے کہ وہ کسی کے محنتی یا کاہل، سچے یا جھوٹے ہونے کو محسوس کرسکے تو براہ مہربانی سائنسداں حضرات اس کا نام بتائیں؟ ماشاءاللہ انسان کے حواس خواہ ظاہری ہوں اور خواہ باطنی سب کے سب ان کے علم میں ہیں۔ ان میں سے کسی حاسے کو اگر مشینوں نے طاقتور بنادیا اور اس کی صلاحیت بڑھادی ہے تو اس کا نام بتادینا کیا دشوار ہے؟

غور فرمایئے کہ مذکورہ بالا مشینیں ایجاد کرکے سائنسدانوں نے کیا کیا ہے؟ کسی شخص کا محنتی یا کاہل ہونا، اس کی ایسی چھپی ہوئی غیر مادی صفت ہے جس کا پتہ انسان کے نہ ظاہری حواس چلا سکتے ہیں اور نہ باطنی حواس۔ بے شک ان پوشیدہ صفتوں کے کچھ اثرات ہیں وہ حواس کے ذریعہ ہمارے علم میں آسکتے ہیں، مثلاً کسی معمار کے محنتی ہونے کا اثر یہ ہے کہ آٹھ بجے صبح سے پانچ بجے سہ پہر تک ایک ہزار گموں کی جڑائی کردے۔ ۲۵ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ اونچی دیوار پر بالو اور سیمنٹ کا عمدہ پلاسٹر کردے، کسی بیلدار کے محنتی ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مقررہ وقت کے اندر، ۱۰ فٹ لمبا، ۱۰ فٹ چوڑا، ۱۰ فٹ گہرا گڑھا کھود کر صاف کردے ۔ یقینا یہ نتائج اور اثرات ہمارے مشاہدے اور احساس کے دائرے میں آنے کے قابل ہیں۔

یوں ہی ''سچ'' ہے حقیقت کے مطابق بات کہنا، اس کے مقابل ''جھوٹ'' ہے، خلاف واقعہ بیان کرنا۔ بے شک سچے آدمی کا دل اور دماغ ساکن اور مطمئن ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جھوٹے شخص کے دل و دماغ کی دوسری کیفیت ہوتی ہے۔ سچ بولتے وقت اور جھوٹ کہتے وقت دل کی دھڑکن یکساں نہیں ہوتی ہے۔ یہ دل کی ضربوں اور نبض کی رفتار کا مختلف ہونا سچ اور جھوٹ بولنے کا اثر ہے جو بلاشبہ محسوس ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

معاف فرمایئے کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی خود سچائی اور دروغ گوئی کی صفتوں کو اپنے ظاہری اور باطنی حواس میں سے کسی طاقت کے ذریعہ محسوس نہیں کرسکتا۔ سچ کیا ہے؟ حقیقت کے بعینہ مطابق بات کہنا یا لکھنا۔ یقینا انسان کہی یا لکھی ہوئی بات کو سن یا پڑھ سکتا ہے۔ یہ دونوں کام آنکھوں اور کانوں کے ہیں۔ رہ گئی حقیقت اور واقعیت جو اپنی جگہ ثابت ہے، جس پر ہماری بات کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ وہ کبھی احساس کے دائرے میں آنے کے قابل ہوگی اور کبھی اس سے باہر ہوگی، لیکن جہاں تک صداقت اور غلط بیانی کی روح کا تعلق ہے وہ ہے کسی بات کا مطابق حقیقت یا مخالف حقیقت ہونا، اس ''مطابقت'' اور ''عدم مطابقت'' کا نہ تصور حواس کے بس کی چیز ہے اور نہ اس کی تصدیق، یعنی اس کی بابت دوٹوک فیصلہ کرنا، اگر یہ کام بھی ہمارے حواس انجام دیتے ہیں تو کرۂ ماہ پر مسافروں کی ٹولی بھیجنے والے عظیم المرتبت مفکرین ہمیں اس مخصوص طاقت احساس کا نام بتائیں؟

سائنسدانوں نے مذکورۂ بالا مشینوں سے محنتی یا کاہل، سچے یا جھوٹے ہونے کے اثرات اور نتائج محسوس کرنے کا کام لیا ہے۔ انسان ان اثرات اور نتائج کا پتہ اس طرح نہیں چلا سکتا ہے جس پر سوفی صدی بھروسہ کیا جاسکے۔ اس کام کے انجام دینے میں آدمی کا وقت صرف ہوتا ہے، اس سے چوک ہوتی ہے، وہ تھک جاتا ہے، مشین انسان کا وقت بچالیتی اور بھولتی، چوکتی اور تھکتی نہیں ہے۔

☆☆☆